اصنافِ شاعری

محمد افتخار شفیع

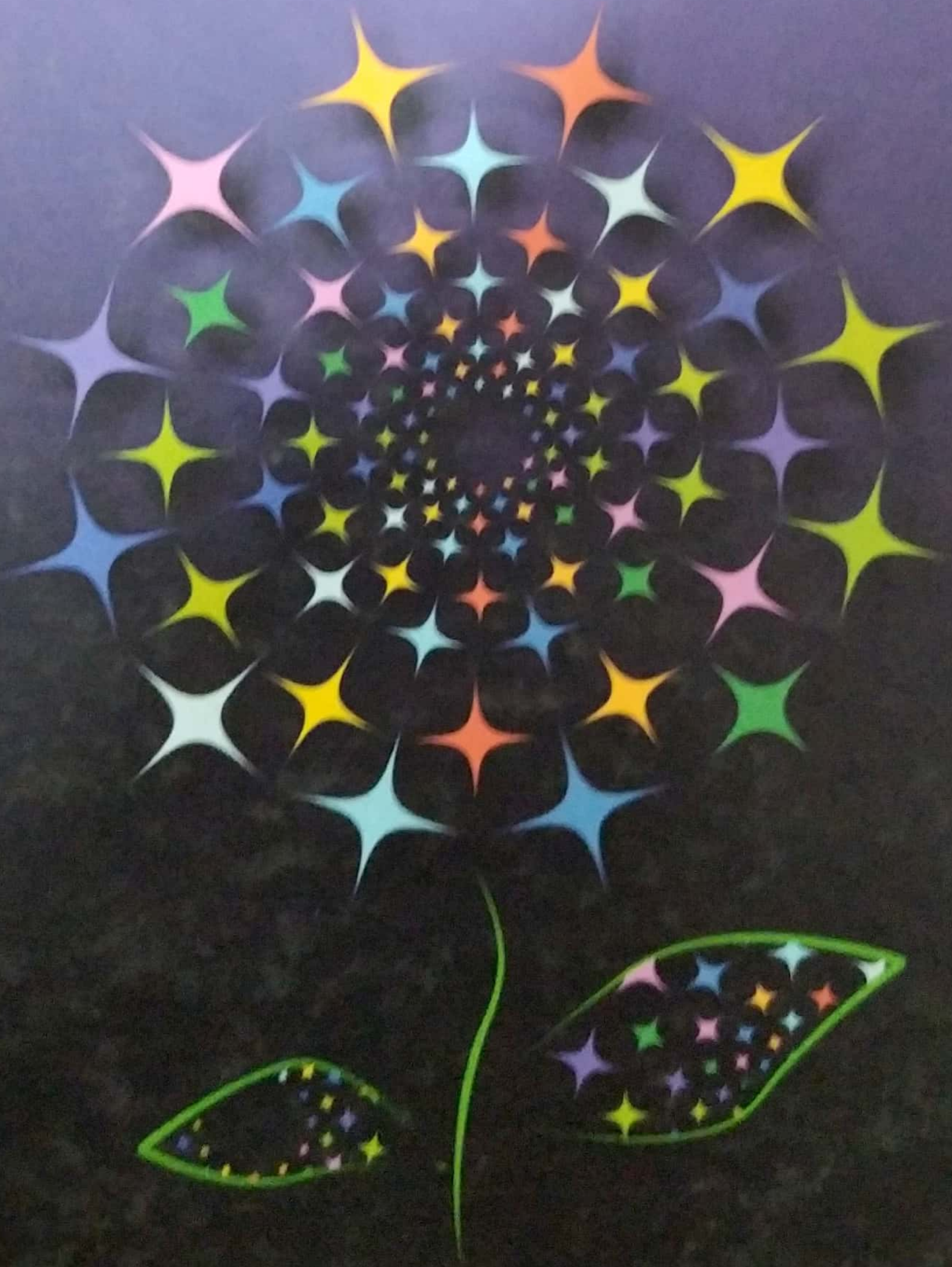

Scanned with CamScanner

شہر آشوب

''شہر آشوب'' ایک قدیم صنف ہے۔ اس کا تعلق سماجی ابتری کے بیان سے ہے۔ لغوی طور پر ''شہر آشوب'' کے معنی ''شہر کا فتنہ وہنگامہ'' یا ''شہر کے فتنہ پرور لوگ'' وغیرہ ہیں۔ اصطلاحاً اس نظم میں مختلف شعبوں سے وابستہ لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور کسی شہر یا ملک کی سماجی، اقتصادی یا سیاسی ابتری کو منظوم شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا اسلوب کبھی مزاحیہ، کبھی طنزیہ اور کبھی ہجویہ ہوتا ہے۔ سماجی مسائل کو تخلیقی سطح پر بیان کرنے کے لیے اس صنف کے ذریعے خاصی ترقی کی جاسکتی تھی لیکن اردو شعرا غزل کے حسن و جمال اور قصیدے کے ذریعے مالی منفعت کے حصول کے اس قدر شائق ہوئے کہ ان کا دھیان اس صنف کی طرف نہیں گیا۔ کسی شہر کے پر آشوب اور نامساعد حالات کا تجزیہ یا محاکمہ ضروری ہے اور یہ شہر آشوب کے ذریعے ممکن ہے: بقول شمیم احمد۔

> ''شہر آشوب دراصل وہ مخصوص نظم ہے جس میں بربادیوں اور تباہ کاریوں کو درد مندی کے ساتھ پیش کیا جائے، سیاسی سماجی اور اقتصادی بدنظمی اور مفلوک الحالی کے پر اثر اور درد مندانہ بیانات کے لیے جہاں شاعر کا ایک طرف زرخیز تخلیقی ذہن کا مالک ہونا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا اپنے معاشرے، ماحول اور زندگی سے نہایت گہرا رشتہ ہو۔''

(اصناف سخن اور شعری ہئیتیں، ص: ۹۷)

''شہر آشوب'' کی کوئی مخصوص ہئیت نہیں اور یہ غزل، مثنوی، مخمس، مسدس، رباعی اور قطعے وغیرہ کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ شہر آشوب موضوع کے اعتبار سے ایک وسیع صنف ہے۔ اس کے بنیادی موضوعات یہ ہیں:

① کسی ملک یا شہر کی تباہ حالی

Scanned with CamScanner

② عوام الناس کے معاشی مسائل

③ سیاسی انتشار اور بدامنی

④ نوخیز لڑکوں کا اعصاب شکن حسن جو باعث فتنہ ہو

⑤ کسی ملک کے اہل حرفہ اور کاروباری طبقے کی مالی مشکلات

اردو شعرا کے ہئیت پرستانہ مزاج کی وجہ سے ''شہر آشوب'' کو کبھی مخمس کا نام دیا گیا تو کبھی قصیدے کا۔ شاہ حاتم اور رفیع سودا کے ''شہر آشوب'' محض غزل کی ہئیت میں ہونے کی وجہ سے قصیدہ کہلاتے ہیں؛ حال آں کہ ان کا موضوع بھی وہی ہے، جو نظیرا کبرآبادی کے مخمس کے انداز میں تحریر کردہ ''شہر آشوب'' کا ہے۔ دونوں اپنے عہد کی عسرت اور زبوں حالی کو موضوع بناتے ہیں۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ شہر آشوب موضوعاتی صنف ہے نہ کہ ہئیتی۔ اردو ادب کی تاریخ میں شاکر ناجی، پیر خان کمترین، شاہ حاتم، شفیق اورنگ آبادی، میر حسن، رفیع سودا، میر تقی میر، قائم چاند پوری، جعفر علی حسرت، میر حسن، قلندر بخش جرأت، راسخ عظیم آبادی، نظیرا کبرآبادی، برق لکھنوی، جان صاحب، کیفی دہلوی، صفی لکھنوی، عمر انصاری، شریر بن باسی، اور داغ دہلوی وغیرہ کے نام ''شہر آشوب'' کے تخلیق کاروں کے طور پر لیے جاتے ہیں۔ جدید طرز کے ''شہر آشوب'' کی ایک عمدہ مثال مولانا حالی کی طویل نظم ''مدوجزر اسلام'' ہے اس کے علاوہ اسماعیل میرٹھی، اور شبلی نعمانی بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے عوام الناس کی تذلیل اور اس کے بعد مسلم تہذیب کا خاتمہ شہر آشوب کا موضوع بنا ہے۔ بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:

> ''یہ غم نامے دلی کی تہذیب و معاشرت کے مرثیے ہیں اگرچہ ان پر نوحے کا رنگ غالب ہے مگر ہر شاعر کا انفرادی تاثر جدا ہے۔ کوئی بادشاہت کے خاتمے پر رو رہا ہے۔ کسی کو احباب کے بچھڑنے کا غم ہے۔ کسی کو دلی کی علمی شخصیات اور مجالس کے خاتمے کا رنج ہے، کسی کو اپنے بیوی بچوں کی ہلاکت کا صدمہ ہے۔''

(اصناف ادب، ص:۶۰)

اردو کے چند نمائندہ شعرا کے شہر آشوب کا نمونہ پیش ہے:

لڑے ہوئے تو برس بیس ان کو بیتے تھے
دعا کے زور سے دائی دوا کی جیتے تھے
شرابیں گھر کی نکالی مزے سے پیتے تھے
نگاہ و نقش میں ظاہر گویا کہ جیتے تھے
گلے میں ہنسلیاں، بازو اُپر طلا کے نال

(محمد شاکر ناجی)

یہاں کے قاضی و مفتی ہوئے ہیں رشوت خور
یہاں کے دیکھیو سب اہل کار ہیں گے چور
یہاں کرم سے نہیں دیکھتے ہیں اور کی اور
یہاں سبھوں نے بھلائی ہے دل سے موت اور گور
یہاں نہیں ہے مداوا بغیر دارومدار

(شاہ حاتم)

نجیب زادیوں کا ان دنوں ہے یہ معمول
وہ برقع سر پہ ہے جس کا قدم تلک ہے طول
ہے ایک گود میں لڑکا گلاب کا سا پھول
اور ان کے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول
کہ خاک پا کی تسبیح ہے جو لیجیے مول

(رفیع سودا)

مندرجہ بالا مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلوب کے اختلاف کے باوجود شہر آشوب میں بیان کردہ موضوعات کتنے یکساں ہیں۔ ہر ''شہر آشوب'' اور عہد کی افلاس، بدحالی اور انتشار کو موضوع بناتا ہے، اس کے لیے ہیئت کی کوئی قید نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner